43

ہمیشہ دوسروں کی خدمت کرنے کی کوشش کرتے رہو یہی وہ چیزیں ہیں جن سے آپس میں محبت قائم ہوتی ہے

(فرمودہ 18 دسمبر 1953ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"کل شام کے وقت ہمارے قریب کے علاقہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس قابل ہے کہ اس سے سبق حاصل کیا جائے اور ایسے واقعات کے لیے آئندہ بعض قوانین مقرر کئے جائیں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ریل گزر رہی تھی اور کسی پاس کے قصبہ سے ایک ٹیکسی آ رہی تھی۔ اُس میں پانچ چھ آدمی سوار تھے۔ غالباً ڈرائیور نے یہ سمجھا کہ پیشتر اس کے کہ ریل اس جگہ پہنچے میں سواریوں کو لے کر دوسری طرف نکل جاؤں گا۔ لیکن ابھی وہ لائن سے پار نہیں پہنچے تھے کہ گاڑی آ گئی۔ بعض دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ گاؤں والے لوگ بھی اُکھڑ ہوتے ہیں اور ڈرائیور کو تنگ کرتے ہیں کہ چلو آگے گزر جاؤ، یہاں کیوں دیر کرتے ہو۔ اور بعض دفعہ اِس قسم کی کوئی اَور غلطی ہو جاتی ہے۔ بہرحال گاڑی آ رہی تھی، اور ڈرائیور نے بجائے اس کے کہ وہ ریل کے گزر جانے کا انتظار کرتا، چاہا کہ وہ اُس سے قبل لائن سے گزر جائے۔ لیکن اُس

کا اندازہ غلط نکلا۔ اور عین جس وقت کار ابھی ریلوے لائن پر ہی تھی ریل گاڑی آ گئی۔ اور وہ واقعہ پیش آیا جس کے متعلق میں نے شروع میں بیان کیا ہے۔ کار کی ساری سواریاں بچ گئیں۔ عام حالات میں تو یہ امکان نہیں ہوتا کہ ریل سے کوئی چیز ٹکرائے اور پھر انجن اس کو کافی فاصلہ تک دھکیلتا ہوا لے جائے اور پھر سواریاں بچ جائیں۔ لیکن یہ ایک نشان معلوم ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ کار کو انجن دو اڑھائی فرلانگ تک دھکیلتا چلا گیا اور وہ ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی لیکن سب سواریاں بچ گئیں۔ جب کار سے انجن ٹکرایا تو اکثر حصہ سواریوں کا اُچھل کر ایک طرف باہر جا پڑا۔ اور ریل، کار کے ایک حصہ کو دھکیلتی ہوئی چوتھا حصہ میل تک لے گئی۔ باقی کار ٹوٹ گئی اور لائن کے ایک طرف جا پڑی۔ پھر جب ریل ٹھہر گئی تو کار کے باقی ماندہ حصہ سے بھی جسے ریل دھکیل کر دُور تک لے آئی تھی ایک مسافر زندہ نکلا۔ اڑھائی فرلانگ تک ریل کے انجن کے دباؤ کے نیچے چلتے چلے جانا اور پھر بھی زندہ بچ جانا یہ ایک نشان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان مسافروں میں سے کسی نے کوئی ایسی نیکی یا ایسا کام کیا تھا جو خدا تعالیٰ کو پسند آیا اور اُس کی وجہ سے خدا تعالیٰ نے سب سواریوں کو بچا لیا۔

یہ تو اِس کا معجزانہ حصہ ہے جو ہر مومن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ جب خدا تعالیٰ بچانا چاہتا ہے۔ تو ایسے خطرات سے بھی بچا لیتا ہے جن سے بظاہر زندہ بچ جانے کا کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اِس سے ہر انسان کو یہ سمجھنا چاہیے کہ موت بے شک ظاہری اسباب کے ساتھ بھی وابستہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُسے بالکل آزاد بھی نہیں کیا۔ جب وہ چاہتا ہے دخل دیتا ہے اور باوجود اِس کے کہ سب سامان جمع ہو جاتے ہیں موت پھر بھی نہیں آتی۔ لیکن جب وہ دخل نہیں دیتا اُس وقت صرف ظاہری سامان نتیجہ پیدا کرتے ہیں یعنی موت کے سامانوں کا نتیجہ موت ہوتا ہے۔ اور حیات کے سامانوں کا نتیجہ حیات ہوتا ہے۔

ہمارے ملک میں لطیفہ مشہور ہے کہ ایک غریب آدمی تھا اُسے نوکری نہیں ملتی تھی اور بیکاری کی وجہ سے گھر میں فاقوں پر فاقے آ رہے تھے۔ اُس کی بیوی اُسے کہتی رہتی تھی کہ نوکری کر لو لیکن وہ یہ جواب دیتا تھا کہ نوکری نہیں ملتی۔ اتفاقاً لڑائی شروع ہوگئی اور فوج میں بھرتی شروع ہوئی بیوی نے کہا تم فوج میں بھرتی ہو جاؤ۔ اُس نے خفا ہو کر کہا کہ کیا تم مجھے مروانا چاہتی ہو؟

فوج میں جانے کے معنے ہی یہ ہیں کہ میں مارا جاؤں۔ اُس کی بیوی خاموش ہوگئی ایک دن وہ چکی پیس رہی تھی اُس نے دیکھا کہ جو دانے اس نے چکی میں ڈالے ہیں اُن میں سے بعض سالم باہر نکل آئے ہیں۔ اِس پر اُس نے اپنے خاوند سے کہا دیکھو! جس کو خدا تعالیٰ رکھنا چاہتا ہے وہ چکی کے پاٹ سے بھی سلامت نکل آتا ہے۔ پھر تم کیوں یہ سمجھتے ہو کہ اگر تم فوج میں جاؤ گے تو مر جاؤ گے جو لوگ فوج میں جاتے ہیں وہ سارے کے سارے مر نہیں جاتے۔ وہ شخص بزدل تھا اُس نے کہا "تُو مینوں دلیاں ہویاں وچ ہی سمجھ لے" یعنی بے شک چکی کے پاٹ سے بھی بعض دانے سالم نکل آئے ہیں۔ لیکن تُو مجھے سالم دانوں میں سے کیوں سمجھتی ہے تُو مجھے پسے ہوئے دانوں میں سے سمجھ۔

ہے تو یہ بُزدلی کے اظہار کے لیے ایک لطیفہ، لیکن اِس کا ایک حصہ اپنے اندر یہ سبق رکھتا ہے کہ بڑے سے بڑے خطرناک حالات سے بھی خدا تعالیٰ انسان کو زندہ باہر نکال لاتا ہے۔ حقیقتاً یہی نشان ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اِس وقت تک چل رہا ہے۔ اگر یہ نشان نہ ہوتا تو صداقت باقی نہ رہتی۔ جب بھی صداقت دنیا میں آئی ہے لوگوں نے اُسے مٹانے اور مارنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن انہی میں سے ایک حصہ ایسا نکل آیا جس نے صداقت کو قبول کیا۔ بڑے بڑے عظیم الشان جابر بادشاہ دنیا میں گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنے مخالف عنصر کو کچلنے کی پوری کوشش کی لیکن وہ مر گئے اور وہ عنصر جسے انہوں نے مٹانے کی کوشش کی وہ پھر بھی کسی نہ کسی صورت میں باقی تھا۔ جب ہلاکو خان نے تباہی مچائی تو کہتے ہیں اُس وقت اتنے لوگ قتل ہوئے تھے کہ پہاڑیوں کی مانند لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے تھے۔ لیکن مخالف عنصر پھر بھی موجود تھا۔ بہرحال کہیں نہ کہیں مخالفت کا بیج باقی رہ جاتا ہے اور وہ کسی وقت باہر نکل آتا ہے یورپ میں تین بڑے تغیرات ہوئے ہیں۔ ایک نپولین کے وقت، دوسرا ہٹلر کے وقت اور تیسرا روس کے ماتحت۔ اِن تینوں زمانوں میں ان کے مخالف عنصر باقی رہے ہیں۔ نپولین نے اپنے مخالف عنصر کو کچلنے کی بڑی کوشش کی لیکن وہ اس کے بعد بھی موجود تھا۔ ہٹلر کی سب سے بڑی مخالفت یہودیوں سے تھی لیکن ہٹلر کے پیدا ہونے اور برسرِ اقتدار آنے سے پہلے جو یہودیوں کی طاقت تھی اب اُن کی طاقت اُس سے کہیں زیادہ ہے۔ وہ مارے گئے، تباہ ہوئے لیکن باوجود تمام سختیوں کے وہ پھر بھی دنیا میں موجود ہیں۔ پھر روس جن عناصر کو کچلنا چاہتا ہے وہ پھر بھی باہر نکل آتے ہیں۔ روس میں بے شک ڈکٹیٹرانہ حکومت ہے۔

لیکن مخالفت کی روح وہاں بھی موجود ہے۔ یہ تو دنیوی نظارے ہیں۔

دین کو دیکھو تو یہ نظارے اتنی کثرت سے اتنے نمایاں نظر آتے ہیں جس کی کوئی حد نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر اب تک جو انتہائی مشکلات تھیں وہ انبیاء کی جماعتوں کو پیش آئیں لیکن وہ پھر بھی محفوظ نکل آئیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ سمندر کی ایک لہر اٹھتی ہے اور وہ کشتی پر گر جاتی ہے۔ پہلے خیال گزرتا ہے کہ وہ لہر کشتی کو ساتھ بہا کر لے گئی لیکن جب لہر گزر جاتی ہے تو وہ کشتی دوڑتی ہوئی سمندر میں نظر آتی ہے۔ پس الٰہی تدبیریں دنیا میں ہمیشہ سے چل رہی ہیں اور چلتی رہیں گی۔ بیوقوف ہے وہ شخص جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ سب کچھ دنیا کی تدبیروں سے ہو رہا ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کا ہاتھ موجود نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کا ہاتھ ہر جگہ ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ کسی چیز کو کسی زمانہ میں آزاد نہیں چھوڑے گا۔ اگر وہ آزاد چھوڑ دے تو اس پر ایمان لانا مشکل ہو جائے۔

دوسرا سبق اِس واقعہ سے ہمیں یہ ملتا ہے کہ اس قسم کے حادثات کے لیے پہلے سے ہر جماعت اور ہر محلّہ میں انتظامات ہونے چاہییں۔ یورپ کے لوگوں کو ہم بُرا سمجھتے ہیں لیکن ان میں بعض اِس قسم کی خوبیاں ہیں جو بہت نمایاں ہیں۔ مثلاً ریڈ کراس یا اسی قسم کی دوسری سوسائٹیاں ہیں جو ایسے حادثات پر فوراً پہنچ جاتی ہیں، تکلیف زدوں کو امداد پہنچاتی ہیں اور ان تکلیفوں کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اس طرح ملک کو بہت بڑا فائدہ پہنچ جاتا ہے۔ حادثات کسی کو بتا کر نہیں آتے۔ اِن مسافروں کو ہی لے لو جب وہ گھر سے چلے تھے انہیں یہ پتا نہیں تھا کہ آج انہیں ایسا حادثہ پیش آئے گا۔ پھر جب ٹکر ہوئی اس سے پہلے ریل والوں کو بھی پتا نہیں تھا کہ اِس قسم کا حادثہ پیش آنے والا ہے۔ نہ کار والے اپنے ساتھ ڈاکٹر لے کر چلے تھے، اور نہ ریل والے اپنے ساتھ ڈاکٹر لائے تھے، نہ کار والوں کے پاس دوائیاں تھیں اور نہ ریل والوں کے پاس دوائیاں تھیں۔ اگر ہمارے ملک میں بھی اِس قسم کے انتظامات ہوتے جس قسم کے انتظامات یورپ میں ہوتے ہیں۔ تو ارد گرد کے دیہات والے فوراً جائے وقوعہ پر پہنچ جاتے اور تکلیف زدوں کو امداد پہنچاتے۔ ہمارے ملک میں ان کاموں سے غفلت برتی جاتی ہے۔

جب یہ حادثہ ہوا، ریل والوں نے اپنی ذمہ داری کو سمجھتے ہوئے لائل پور اپنے افسر کو تار دی۔ اُس افسر کو خدا تعالیٰ نے سمجھ دی تو اُس نے ہمیں تار دے دی کہ میں اِس وقت اور کوئی انتظام

نہیں کر سکتا۔ صدر انجمن احمدیہ اس کا انتظام کرے۔ یہ تار ناظر صاحب اعلیٰ کو پہنچی تو انہوں نے یہ کام خدام الاحمدیہ کے سپرد کر دیا۔ اور مجھے اطلاع دیدی۔ میں نے پرائیویٹ سیکرٹری کو بلا کر ہدایت دی کہ اس کام میں کوئی سُستی نہیں ہونی چاہیے۔ مجھے دس دس منٹ کے بعد رپورٹ کرتے جائیں کہ اب تک کیا ہوا ہے۔ میں نے یہ ہدایت بھی دی کہ سارے قافلہ کا انتظام تو فوراً نہیں کیا جاسکتا۔ جو سواری تیار ہو اُسے جائے وقوعہ پر بھیج دو۔ مجھے یہ پتا نہیں لگا کہ خدام الاحمدیہ نے ریڈکراس کے طور پر کوئی انتظام کیا ہوا ہے یا نہیں۔ لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ خدام کے اندر چونکہ کام کرنے کی سپرٹ اور رُوح پائی جاتی ہے انہوں نے جلدی انتظام کر لیا۔ لیکن ہونا یہ چاہیے کہ پہلے سے اِس قسم کا انتظام موجود ہو۔ جس سے پتا لگے کہ ایسے مواقع پر فلاں فلاں شخص کی ڈیوٹی ہوگی کہ وہ اطلاع ملتے ہی فوراً جائے وقوعہ پر پہنچ جائے۔ خدام نے ہوشیاری کا نمونہ دکھایا کہ جب انہیں اطلاع ملی ایک لاری سڑک سے گزر رہی تھی انہوں نے چار پانچ آدمیوں کو اُس پر بھیج دیا اور پھر بعض لوگوں کو سائیکلوں پر روانہ کیا۔ پھر موٹروں میں جانے شروع ہوئے۔ لیکن مجھے یہ سُن کر افسوس ہوا کہ پہلے ڈاکٹری وفد نے اپنے کام میں غفلت سے کام لیا۔ وہ میرے پاس آئے اور کہا کہ ہم وہاں گئے تھے اور اب واپس آ گئے ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہے۔ تمام آدمیوں کو ریل والے ریل میں بٹھا کر لے گئے ہیں۔ حالانکہ انہیں یہ سمجھنا چاہیے تھا کہ ریل والے جن لوگوں کو ساتھ لے گئے ہیں وہ صرف اسٹیشن تک انہیں لے جائیں گے۔ کیونکہ گاڑی صرف اسٹیشن تک جاتی ہے۔ شہر کی گلیوں میں نہیں جاتی۔ انہیں اسٹیشن سے ہسپتال تک کون لے جائے گا۔ پس ہمارے ڈاکٹری وفد کو غور کرنا چاہیے تھا کہ اسٹیشن پہنچ کر شاید ان لوگوں کو ہسپتال تک لے جانے کی ضرورت ہو یا شاید ان میں سے کسی کو سرگودھا یا لائل پور پہنچانا پڑے۔ اور پھر نہایت خطرناک غلطی یہ کی کہ دوائیاں اپنے ساتھ ہی واپس لے آئے۔ آخری وفد میں جو ڈاکٹر تھا اُس نے لالیاں (جو حادثہ کا مقام تھا) جا کر دیکھا کہ ایک دو آدمیوں میں تو طاقت تھی۔ وہ ٹانگوں پر سوار ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ لیکن باقی لوگ اسٹیشن پر ہی پڑے تھے۔ اُس نے انہیں ہسپتال پہنچایا۔ یہ ہسپتال بالکل بیکار تھا۔ ایک مریض کے متعلق یہ خیال تھا کہ شاید اُسے ٹیٹنس (Tetanus) ہو جائے۔ اُس کی ایک ٹانگ کا سارا چمڑا اُتر گیا تھا۔ لالیاں چھوٹا سا قصبہ ہے وہاں اس کا کوئی علاج نہ تھا۔ ہسپتال کا ڈاکٹر سمجھتا تھا کہ میں

اس کی پٹی کر دوں تو کافی ہے۔لیکن امدادی وفد میں جو ڈاکٹر تھے وہ فوجی تجربہ کار تھے۔انہوں نے کہا یہ علاج کافی نہیں۔ممکن ہے یہ بیماری جسے تم معمولی خیال کر رہے ہو خطرناک صورت اختیار کر جائے اور اس کی ٹانگ پر اور چمڑا لگانا پڑے۔

اب اگر پہلا وفد غلطی نہ کرتا اور دوائیاں واپس نہ لے آتا تو شاید وہ اُسے طبی امداد پہنچا سکتے۔اب اگر مریض کو سرگودھا پہنچا دیا گیا ہے تو وہ بچ جائے گا اور اگر اُسے سرگودھا نہیں پہنچایا گیا تو ڈر ہے کہ وہ خطرناک طور پر بیمار نہ ہو جائے اور اُس کی جان ضائع نہ ہو جائے۔پس جو لوگ جانے والے ہیں انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ جو کام بھی کریں اُسے پورے طور پر کیا کریں۔کام کو ادھورا چھوڑ دینا کوئی خدمت نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ پارٹیشن کے بعد میں ایک دفعہ پشاور جا رہا تھا۔ہم کاروں پر سوار تھے۔مستورات بھی ساتھ تھیں۔شام کے قریب ہم ایک ایسے علاقے میں پہنچے۔جہاں ڈاکے پڑتے تھے اور موٹریں وہاں سے تیزی سے گزر جاتی تھیں۔اُس معیّن علاقہ میں جب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ایک جیپ جو سامنے سے آ رہی ہے جس میں پٹھان سوار ہیں وہ جیپ یکدم خراب ہو گئی۔پہلے تو یہ سمجھا گیا کہ یونہی چلتی چلتی ٹھہر گئی ہے۔زور لگانے اور دھکا دینے سے حرکت میں آ جائے گی۔چنانچہ انہوں نے زور لگایا اور جیپ چل پڑی لیکن دو چار قدم چل کر پھر رک گئی۔جب ہم پاس سے گزرے تو میں نے دونوں موٹروں کو کھڑا کر لیا اور ڈرائیوروں سے کہا کہ دونوں جا کر اُن کی مدد کرو۔انہوں نے اِن کی مدد کی اور کہا کہ یہ کام ایک گھنٹہ سے پہلے نہیں ہو گا۔میرے ساتھیوں نے مجھے مشورہ دیا کہ ہم ایک ایسی جگہ پر ہیں جہاں اکثر ڈاکے پڑتے ہیں۔اور مستورات ساتھ ہیں۔ہمیں یہاں سے جلدی گزر جانا چاہیے۔اَور لاریاں آئیں گی تو ان لوگوں کو مدد مل جائے گی۔مگر میں نے کہا یہ غلط ہے۔اللہ تعالیٰ نے جب ان کی تکلیف ہمیں دکھائی ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کی مدد کریں۔ورنہ وہ ہمیں اِن کی تکلیف نہ دکھاتا۔اگر ہم یونہی یہاں سے گزر جائیں تو یہ ہمارا اخلاقی جُرم ہو گا۔ہم نے اِن لوگوں کی تکلیف دیکھی ہے اس لیے اب ہم آگے نہیں جا سکتے۔چنانچہ جیپ کے درست کرنے پر ایک گھنٹہ لگا۔وہ لوگ بھی یہ محسوس کرتے تھے کہ ہم خطرہ برداشت کر کے ان کی مدد کر رہے ہیں۔ان کے افسر نے کہا۔آپ تشریف لے جائیں اور اپنے آپ کو خطرہ میں نہ

ڈالیں۔ جیپ ٹھیک ہو جائے گی۔ لیکن میں نے کہا جب تک جیپ ٹھیک نہ ہو جائے ہم آگے نہیں جائیں گے۔ آخر جیپ ٹھیک ہوگئی اور ہم آگے روانہ ہوگئے۔ اور پھر خدا کا فضل ہوا کہ ہمیں کوئی خطرہ پیش نہ آیا۔ پہلے ہم راولپنڈی گئے اور پھر پشاور گئے۔ اُس افسر نے مجھے بتایا تھا کہ میں شنگاری قبیلہ کا چیف ہوں۔ دو تین دن کے بعد وہ پشاور آیا اور اُس نے ذکر کیا کہ میں کشمیر فرنٹ پر لڑ رہا تھا۔ ایک ضرورت کے پورا کرنے کے لیے میں گورنمنٹ کے پاس گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ پشاور آئے ہوئے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ میرا اخلاقی فرض ہے کہ پشاور پہنچ کر آپ کا شکریہ ادا کروں۔ چنانچہ میں کام چھوڑ کر یہاں آیا ہوں۔ اب دیکھو! نہ میں اُسے جانتا تھا اور نہ اس سے کوئی دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر ایک گھنٹہ کی تکلیف جو ہم نے اٹھائی اُس کی وجہ سے وہ میدانِ جنگ سے پشاور پہنچا تا کہ میرا شکریہ ادا کرے۔

پس ہمیشہ دوسروں کی خدمت کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے آپس میں محبت قائم ہوتی ہے۔ اگر ہم ایک دوسرے کی خدمت نہیں کرتے تو آپس میں محبت کیسے پیدا ہوگی۔ ایک عیسائی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارا مذہب کہتا ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہیے۔ ایک ہندو کہتا ہے کہ مجھے میرا مذہب کہتا ہے کہ دوسرے سے محبت کروں۔ ایک مسلمان کہتا ہے کہ مجھے میرا مذہب دوسروں سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی نہیں سمجھتا کہ یہ محبت پیدا کیسے ہوگی۔ عیسائی لاکھ شور مچائیں کہ ہمیں مذہب ایک دوسرے سے محبت کرنے کا حکم دیتا ہے مگر جب تک وہ ٹیونیشیا1 اور مراکو اور دوسرے ملکوں کی دولت کو لُوٹتے رہیں گے محبت کہاں پیدا ہوگی۔ اگر ہندوؤں کے ملک میں مسلمانوں سے سختی برتی جاتی ہے اور تھوڑی سی بات پر بھی اُن پر شبہات کیے جاتے ہیں اور انہیں مارا جاتا ہے تو محبت کہاں پیدا ہوگی۔ پھر اگر مسلمان ممالک میں غیر مذاہب والوں اور کمزور قوموں سے ہمدردی کا سلوک نہیں کیا جاتا تو وہ لاکھ قرآن پیش کریں محبت پیدا نہیں ہوگی۔ محبت عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر تم عمل نہیں کرتے محض ظاہری دکھاوے کے طور پر لیکچر دے دیتے ہو کہ آپس میں محبت کرنی چاہیے تو اِس سے کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ پس ہر ایک انسان اور پھر ہر ایک مسلمان کا یہ فرض ہونا چاہیے اور پھر ہر احمدی کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ ایسے مواقع پر صحیح طور پر خدمت کرے۔ یہ نہیں کہ وہ سرسری طور پر چلا جائے۔ اس کا سرسری

طور پر چلا جانا تو نہ جانے کے برابر ہے۔ اگر وہ کسی کے کام نہ آئے تو اُس کے گھر سے نکلنے کا کیا فائدہ ہے۔ اگر وہ گھر سے کسی خدمت کے لیے نکلتا ہے تو اُسے سرے تک پہنچانا اُس کا فرض ہے۔ اس کا طبائع پر اثر ہوتا ہے۔ جب میں لندن گیا تو مجھے ایک کتاب کے خریدنے کی ضرورت پیش آئی۔ یہ کتاب ایک ایسے کتب فروش سے ملتی تھی جو ایک غیر معروف علاقہ کا رہنے والا تھا اور اُس کے اردگرد کے لوگ انگریزی کو بگاڑ کر بولتے تھے اور اسے کاکنی زبان کہا جاتا تھا۔ ایک جگہ پر ایک شخص آوازیں دے رہا تھا۔ چودھری ظفر اللہ خان صاحب نے مجھے کہا۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے؟ میں نے دو تین دفعہ کان لگا کر اُس کی آواز کو سنا۔ لیکن اس کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔ چودھری صاحب ہنس کر کہنے لگے۔ یہ کہتا ہے روزانہ اخبار لے لو۔ وہ ڈیلی پیپر کو "ڈائلی پائی پر" کہہ رہا تھا۔ اور ہم ڈیلی پیپر کو جانتے تھے "ڈائلی پائی پر" کو نہیں جانتے تھے۔ جب ہم اُس علاقے میں پہنچے تو اتفاقاً ہم نے ایک پولیس مین سے پوچھا کہ فلاں شخص کہاں رہتا ہے اُس نے کہا میری ڈیوٹی نئی لگی ہے میں اس علاقہ سے ناواقف ہوں اور اس شخص کو نہیں جانتا۔ چنانچہ ہم آگے چلے گئے۔ ہم جس شخص سے بھی پوچھتے وہ "ڈائلی پائی پر" والی زبان بولتا جو ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی۔ ہم نے ایک شخص سے پوچھا، دوسرے سے پوچھا، تیسرے سے پوچھا وہ سب وہی بولی بولتے تھے۔ ہم حیران تھے کہ کیا کریں۔ ایک عورت سڑک پر سے گزری، وہ تعلیم یافتہ تھی۔ وہ کہنے لگی آپ نہ تو اِن لوگوں کی زبان سمجھ سکتے ہیں اور نہ اِنہیں سمجھا سکتے ہیں۔ یہ لوگ کاکنی زبان بولتے ہیں۔ آپ نے کہاں جانا ہے؟ ہم نے کہا ہم فلاں کتب فروش کے پاس جانا چاہتے تھے۔ وہ کہنے لگی مجھے اُس کا علم ہے۔ چنانچہ اُس نے ہمیں اس کا پتا بتایا۔ ہم نے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ مگر اُس نے کہا میں آپ کے ساتھ جاؤں گی۔ کہیں آپ پھر غلطی نہ کر جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر آپ کو مشکل پیش آجائے گی چنانچہ وہ ڈیڑھ فرلانگ تک ہمارے ساتھ گئی۔ یہ چیز تھی جس کی وجہ سے ہم نے اُس کی ہمدردی کی روح کو محسوس کیا اور ہمارے دلوں میں اس قوم کی عظمت پیدا ہوئی کہ کس طرح یہ لوگ بیماروں، بوڑھوں اور کمزوروں کی خدمت کے لیے پہنچتے ہیں۔ وہ تو ڈیڑھ فرلانگ تک ہمارے ساتھ گئی۔ لیکن ڈیڑھ صدی تک اُس نے ہمارے دل میں اپنی اور اپنی قوم کی عظمت پیدا کر دی۔

پس خدام کو اِس قسم کے واقعات کے لیے پہلے سے تیار رہنا چاہیے۔ اور قبل از وقت اس

قسم کی پارٹیاں بنالینی چاہییں ۔جنہیں یہ نصیحت ہو کہ ادھورا کام نہیں چھوڑ نا۔ یہ نہ ہو کہ وہ کہہ دیں ہم نے سن لیا تھا۔سب ٹھیک ہے۔اس لیے ہم آ گئے ۔ایک دفعہ میں نے اس قسم کی غلطی کی تھی ۔مگر پھر مجھے سبق آ گیا۔اور میں نے اس قسم کی غلطی نہیں کی ۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو دردِ گُردہ کی تکلیف تھی اس لیے آپ جمعہ کی نماز کے لیے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ اُس وقت میری عمر پندرہ سولہ سال کی تھی ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیشہ ہم پر حُسن ظنّی کیا کرتے تھے۔آپ سمجھتے تھے کہ ہم دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں تو یہ بھی اس نصیحت کو مانیں گے۔ چنانچہ ہم سے آپ کسی بات کے متعلق تعہد سے نہیں پوچھتے تھے۔اُس دن اتفاق کی بات ہے کہ میں نماز کے لیے دیر سے گیا۔راستہ میں مسجد سے ساٹھ ستر گز وَرے مجھے ایک شخص واپس آتا ہوا ملا۔ میں نے اُس سے پوچھا کیا نماز ہوگئی ہے؟ اُس نے جواب دیا نماز تو نہیں ہوئی لیکن آج تو مسجد میں اتنے آدمی ہیں کہ جگہ نہیں ملی اور میں واپس آ گیا ہوں۔ اُس کا جواب سن کر میں بھی واپس آ گیا۔لیکن اللہ تعالیٰ مجھے ایک سبق دینا چاہتا تھا اس لیے گھر میں داخل ہی ہوا تو حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے مجھ سے پوچھ لیا۔محمود! تم نماز کے لیے نہیں گئے؟ میں نے کہا مسجد میں اتنے آدمی ہیں کہ وہاں کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ حالانکہ میں خود مسجد میں نہیں گیا تھا۔ صرف اُس شخص کی بات پر میں نے یقین کرلیا تھا جو راستہ میں مجھے ملا تھا۔تھوڑی دیر کے بعد مولوی عبدالکریم صاحب بھی آ گئے۔ آپ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ نماز کے بعد عیادت کے لیے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے پاس آئے۔ میں نے جیسا کہ بتایا ہے کہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام ہمیشہ ہم پر حُسنِ ظن رکھتے تھے اور کسی چیز کے متعلق ہم سے پوچھا نہیں کرتے تھے اور نہ تحقیقات فرماتے تھے۔لیکن جب مولوی صاحب آئے تو آپ نے اُن سے خلافِ عادت پوچھا کہ مولوی صاحب! کیا آج جمعہ میں زیادہ لوگ تھے میں یہ سوال سن کر دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ مجھے ذاتی طور پر علم نہیں تھا۔لیکن خدا تعالیٰ پردہ رکھنا چاہتا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا۔حضور! آج تو مسجد میں اتنے آدمی تھے کہ تِل رکھنے کو جگہ نہیں تھی ۔اب اللہ جانتا ہے کہ انہوں نے مبالغہ کے طور پر یہ الفاظ کہہ دیئے یا واقع میں ایسا ہی تھا۔لیکن میں نے کانوں کو ہاتھ لگائے کہ آئندہ کبھی سنی ہوئی بات پر یقین نہیں کروں گا۔

پس سنی ہوئی بات پر یقین کرنا درست نہیں ہوتا۔ جو لوگ اِس موقع پر امداد کے لیے گئے تھے انہیں یہ سوچنا چاہیے تھا کہ ریل والے اُن لوگوں کو ساتھ لے گئے ہیں تو وہ انہیں اسٹیشن پر چھوڑ دیں گے۔ شہر کے اندر کیسے پہنچائیں گے۔ اسٹیشن پر پہنچنے کے بعد بھی وہ مدد کے محتاج ہیں۔ انہیں یہ سمجھ لینا چاہیے تھا کہ لالیاں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے۔ اگرچہ اُس کی آبادی زیادہ ہے لیکن وہاں اتنے سامان موجود نہیں جتنے ہمارے پاس ہیں۔ وہاں جو ڈاکٹر ہیں وہ گھٹیا قسم کے ہیں۔ چنانچہ جیسا کہ مجھے پتا لگا ہے ایک مریض کی حالت خطرناک تھی مگر وہاں کا ڈاکٹر زخم کی اہمیت کو محسوس نہیں کرتا تھا، ہمارے آدمیوں نے اُسے توجہ دلائی کہ جس زخم کو وہ معمولی سمجھ رہا ہے وہ معمولی نہیں۔ پس ضروری تھا کہ وہ لوگ اسٹیشن پر جاتے، اُن کا علاج کرتے اور انہیں ہسپتال پہنچاتے۔ یہاں تک کہ انہیں یقین ہو جاتا کہ اُن میں سے ہر ایک شخص بچ گیا ہے۔ اب شُبہ ہے کہ ان میں سے ایک کی جان بچی ہے یا نہیں؟

بہرحال یہ واقعہ ایک تو ہمیں خدا تعالیٰ کے اِس نشان کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ اگر وہ کسی کو بچانا چاہتا ہے تو باوجود موت کے سارے سامان موجود ہونے کے اُسے بچا لیتا ہے۔ کوئی شخص یہ قیاس بھی نہیں کرسکتا کہ ایک کار کو دو فرلانگ تک انجن دھکیلتا ہوا لے جائے اور پھر اُس کے اندر کی سواریاں سلامت رہ جائیں۔ مجھے تو یقین ہے کہ ان میں سے کسی کی نیکی خدا تعالیٰ کو اِتنی پیاری لگی ہے کہ اُس کی خاطر اُس نے اِن سب کو بچا لیا۔ بعض اوقات ایک دنیا دار بھی ایسا کام کر لیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو پیارا لگتا ہے۔ دوسرا سبق ہمیں اِس واقعہ سے یہ ملتا ہے کہ خدام کو اپنے طور پر ریڈ کراس کا سا محکمہ قائم کرنا چاہیے۔ اور پھر کوئی علامت مقرر کریں۔ مثلاً فلاں قسم کی گھنٹی بجے تو فلاں شخص اردلی کے طور پر، فلاں فلاں کمپونڈر کے طور پر اور فلاں فلاں ڈاکٹر کے طور پر فوراً پہنچ جائیں۔ موقع پر آدمیوں کو اکٹھا کرنا مشکل ہوتا ہے۔ کوئی خاص نشان مقرر کر لیا جائے۔ مثلاً رکھ لیا جائے کہ اگر ہسپتال پر گھنٹی بجے تو فلاں شخص اردلی کے طور پر، فلاں کمپونڈر کے طور پر اور فلاں ڈاکٹر کے طور پر فلاں مقام پر پہنچ جائے۔ پھر گاڑی والوں کو کہا جائے کہ وہ فوراً اپنی گاڑی پیش کریں، اور پھر بعض سائیکلوں والے مقرر کر دیئے جائیں کہ وہ ایسے موقع پر پہنچ جایا کریں تا اس میں زیادہ دیر نہ لگے۔ مجھے خوشی ہوئی ہے کہ خدام نے بہت جلد اس کام کو سنبھال لیا اور وہ آدھ گھنٹہ میں امداد کے لیے

یہاں سے نکل گئے۔ لیکن اگر اس قسم کا انتظام ہوتا تو شاید وہ دس منٹ میں ہی باہر نکل جاتے۔ پس ان باتوں کو مدنظر رکھ کر اس قسم کا کام کرنا چاہیے تا حقیقی خدمت کے مواقع ضائع نہ ہوں۔

صحابہ کرامؓ خدمت کے مواقع کو ضائع نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ بعض صحابہؓ کسی جنازہ میں شامل ہوئے۔ جب جنازہ ہوگیا تو کچھ صحابہؓ واپس جانے لگے۔ ایک صحابیؓ نے کہا میں تو جنازہ کے ساتھ جاؤں گا کیونکہ میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص نماز جنازہ میں شامل ہو پھر وہ جنازہ کے ساتھ قبرستان میں جائے، وہاں دفن ہونے تک انتظار کرے اور پھر دعا کر کے واپس آئے تو اُسے دو قیراط ثواب ملے گا۔ قیراط، تو رتی کو کہتے ہیں۔ مگر اس صحابیؓ نے کہا میں نے رسول کریم ﷺ سے سنا ہے کہ ایک قیراط ایک اُحد پہاڑ کے برابر ہے۔ دوسرے صحابہؓ نے کہا، تم نے یہ حدیث ہمیں پہلے کیوں نہیں بتائی۔ معلوم نہیں ہم نے کتنے قیراط ثواب ضائع کر دیا ہے 2۔ غرض صحابہؓ کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی تھی کہ نیکی کے مواقع ضائع نہ جائیں۔ اور یہی رُوح کسی قوم کو نیکی اور تقویٰ میں بڑھانے والی ہوتی ہے۔''

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا۔

"نماز کے بعد میں بعض جنازے پڑھاؤں گا۔ دفتر کی طرف سے مجھے اُن لوگوں کی ایک لسٹ دی گئی ہے جو اِن ایام میں فوت ہوگئے ہیں۔ ان میں سے بعض صحابی تھے اور بعض ایسے لوگ تھے جن کے جنازوں میں بہت کم لوگ شامل ہوئے۔

1۔ رحیم بخش صاحب چک نمبر L-28/15 تحصیل خانیوال ضلع ملتان۔ 21 نومبر کو فوت ہوئے۔ جنازہ میں بہت کم لوگ شامل ہوئے۔

2۔ رشیدہ بیگم صاحبہ بنت سردار فیض اللہ خان صاحب مور جھنگی ڈیرہ غازی خان۔ 17/ اکتوبر کو فوت ہوئیں۔ جنازہ صرف تین آدمیوں نے پڑھا۔

3۔ چودھری محمد بخش صاحب آف بھینی بانگر متصل قادیان چک نمبر 107 تحصیل خانیوال ضلع ملتان میں وفات پا گئے ہیں۔ جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ تھا۔

4۔ اہلیہ صاحبہ ڈاکٹر ثناء اللہ صاحب چھمیال تحصیل شکر گڑھ فوت ہوگئیں ہیں۔ سوائے ان کے خاوند کے اور کوئی احمدی جنازہ میں شریک نہیں ہوسکا۔

5۔ عائشہ بی بی صاحبہ اہلیہ ہدایت اللہ صاحب مانسر کیمپ ضلع کیمبل پور۔ 19 اکتوبر کو فوت ہوگئیں ہیں۔ان کی انتہائی خواہش تھی کہ جنازہ میں پڑھاؤں۔
6۔ سلطان محمد صاحب رحیم یار خاں ریاست بہاولپور سے اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کے والد چودھری حکیم فتح محمد صاحب فوت ہوگئے ہیں۔نماز جنازہ پڑھائی جائے۔
7۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ اُن کے بھانجے محمد عبداللہ خاں صاحب فوت ہوگئے ہیں۔گاؤں میں کوئی احمدی نہیں تھا۔اس لیے نماز جنازہ میں کوئی احمدی شامل نہ ہوا۔"

(غیر مطبوعہ مواد از خلافت لائبریری ربوہ)

1: ٹیونیشیا:(TUNISIA) جمہوریہ تیونس۔شمالی افریقہ اور بحیرہ روم کے ساحل پر واقع ایک ملک ہے۔اس کی سرحدیں مغرب میں الجزائر اور جنوب مشرق میں لیبیا سے ملتی ہیں۔ملک کا چالیس فیصد حصہ صحرائے اعظم پر مشتمل ہے۔(وکی پیڈیا آزاد دائرۃ المعارف زیر لفظ "Tunisia")

2: صحیح مسلم کتاب الجنائز بابُ فَضْلِ الصَّلاۃِ عَلَی الجَنَازَۃِ و اتباعھا۔